ترجمہ قرآن حکیم، آغاز و ارتقا اور مشکلات و مسائل

ڈاکٹر محمود الحسن عارف*

ترجمہ کے لفظی معنی ...... کسی مصنّف کے خیالات کو اپنی زبان کا جامہ پہنانے اور اُسے اپنے الفاظ و کلمات کے سانچے میں اس طرح ڈھالنے کے ہیں کہ ترجمہ اور تالیف میں کچھ فرق معلوم نہ ہو[1]۔

دنیا میں ترجمے کی روایت کا آغاز کب اور کیسے ہوا...... یہ ایک سربستہ راز ہے...... اور اب تک اُسے منکشف نہیں کیا جاسکا...... اور غالباً... مستقبل قریب میں بھی ایسا ممکن نظر نہیں آتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اساس انسانی ضرورت پر ہے اور انسانی ضرورت اس وقت پیدا ہوگئی تھی، جب حضرت انسان نے...... اپنے قدموں کے ساتھ اس ''دھرتی'' کو آباد کیا تھا اور انسانوں کو ایک دوسرے کی بات سمجھنے کی ضرورت پیش آئی تھی۔

قرآن کریم میں انسانی رنگوں اور زبانوں یا بولیوں کے اختلاف کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں شمار کیا گیا ہے[1]۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کی...... دنیا میں آبادکاری کے کچھ ہی عرصے کے بعد ...... جب انسانوں کی بولیوں میں یہ اختلاف اور تنوّع پیدا ہوا، تو انہیں...... ایک دوسرے کے قریب آنے اور ایک دوسرے کی بات کو سمجھنے کے لیے...... ترجمے کی ضرورت پیش آئی ہوگی، اور یوں قدیم زمانے سے ہی ترجمے کی ابتدا ہوگئی تھی،... پھر... رفتہ رفتہ دو باتوں نے اس تحریک کو مزید طاقت اور

☆ صدر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، علامہ اقبال کیمپس، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

قوت عطا کی: ان میں سے پہلی بات دنیا میں بڑی بڑی بادشاہتوں کا قیام اور دوسری بڑے آسمانی مذاہب کا نزول تھا، ان دونوں ضرورتوں کے تحت...... ترجمے کی روایت میں پختگی اور باقاعدگی پیدا ہوئی اور یوں ترجمے نے... دنیا میں... ایک اہم ادبی صنف کے طور پر اپنے قدم مضبوطی سے جما لیے۔

پھر جب تہذیبوں اور مذاہب نے... ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں سفر کرنا شروع کیا، تو ترجمے کی اس روایت کو مزید شہ ملی، جس کا سبب یہ تھا کہ تہذیبوں کو اپنی وضاحت اور مذہبی کتابوں کو تبلیغ اور دعوت کے لیے تراجم کی ضرورت تھی، اسی لیے...... یہ روایت دن بدن پختہ سے پختہ تر ہوتی چلی گئی، حتیٰ کہ دنیا میں بہت سی کتابوں کے تراجم رہ گئے اور ان کی ''اصل'' دنیا کے اندھیروں میں کہیں گم ہوگئی... اس سلسلے میں سب سے نمایاں مثال تورات اور انجیل کی ہے،... ان دونوں کتب کی اصل... صدیوں پہلے... ناپید ہوگئی تھی اور دنیا صدیوں سے... ان کے ترجمے پر اکتفا کر رہی ہے (۳)۔

۲- اسلامی دور میں ترجمے کی روایت کا آغاز

پھر جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں... پیغمبر امن و سلامتی... بن کر تشریف لائے اور دنیا میں علم و ادب کے ایک نئے اور وسیع جہان نے جنم لیا... تو اس وقت عرب دنیا تحریر و کتابت کے ساتھ ساتھ، ترجمے کی اس پختہ روایت سے بھی آگاہ تھی، پھر اسلام کو... تہذیبی اور علمی طور پر، ایسی سرزمین ملی تھی... جو اسلامی تہذیب و تمدن اور دعوت و اصلاح کو قبول کرنے اور اُسے نشو و نما دینے کے لیے موزوں ترین بھی تھی اور پوری طرح تیار اور مستعد بھی تھی۔ اسی لیے... مسلمانوں کے ہاں... ترجمے کی روایت کی ابتدا بالکل ابتدائی دور سے ہوگئی تھی... اور مسلمان شروع سے ہی اس فن کی اہمیت اور نزاکت سے واقف و آگاہ ہوگئے تھے۔

ترجمہ کی روایت کو آگے بڑھانے کے لیے دوسری زبانوں کے الفاظ و کلمات سے آگاہی ضروری ہے... اور اس بات پر بہت سے مفسرین کا اتفاق ہے کہ قرآن حکیم میں... دوسری یا اجنبی

زبانوں کے...دو چار نہیں، بلکہ بیسیوں الفاظ وکلمات استعمال ہوئے ہیں...جن میں سابق انبیاء علیہم السلام سے لے کر... پرانی قوموں...تہذیبوں اور قدیم مقامات تک کے نام شامل ہیں،...جس سے اسلام میں ''ترجمے'' کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے(۴)۔

جہاں تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کا تعلق ہے، تو اس بات پر تمام سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم عرب کی مختلف بولیوں سے واقف اور آگاہ تھے اور آپ اپنے پاس آنے والے وفود سے خود انہی کی زبان میں گفتگو فرمایا کرتے تھے(۵)۔

اسی طرح آپ دوسری زبانوں کے الفاظ وکلمات کا بھی علم رکھتے تھے، چنانچہ...ایک لڑکی...سے، جو اپنے والدین کے ہمراہ حبشہ میں رہکر آئی تھی...آپ فرماتے...سنہ(۶)...جو حبشی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی حسنۃ کے ہیں...یہ دوسری زبانوں میں جزوی ترجمے کی مثال ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ ھ میں، صلح حدیبیہ کے بعد، عرب اور بیرون عرب کے مختلف حکمرانوں کو خطوط تحریر کیے، جن میں آپ قرآن حکیم خصوصاً سورۂ آل عمران کی آیت ۶۴: کا حوالہ دیا کرتے تھے...ان تمام خطوط کا...حکمران اپنی زبانوں میں ترجمہ کرواکر سنتے تھے، ایک ایسے ہی خط اور اس کے ترجمہ کا ذکر...صحیح البخاری میں بھی ملتا ہے(۷)۔ جس میں یہ بھی ذکر ہے کہ بوزنطی حکمران ہرقل نے جناب ابوسفیان اور اس کے ہمراہیوں کو بھی اپنے دربار میں طلب کیا...اور اپنے ترجمان یا مترجم کے ذریعے...ان سے گفتگو کی...اس میں یہ بھی ذکر ہے کہ ہرقل کا مترجم...اس کی باتوں کو عربی میں ترجمہ کرکے، ابوسفیان اور اس کے ہمراہیوں کو بھی بتاتا تھا، یہ عہد نبوی میں...غیر عربی میں قرآن حکیم اور سیرت طیبہ کے جزوی ترجمہ یا ابتدائی ترجمہ کی ایک مثال ہے(۸)۔

علاوہ ازیں دوسری زبانوں کو علوم اسلامیہ سے مالا مال کرنے اور اسلام کی ترجمانی کے لیے مکہ مکرمہ میں، ابتداء سے ہی...دوسرے ممالک اور دوسری زبانوں سے تعلق رکھنے والے صحابہ کرامؓ موجود تھے...جن میں سے بطور مثال...حضرت بلال حبشی، حضرت صہیب رومی، اور حضرت سلمان فارسیؓ کا ذکر کیا جاسکتا ہے...یہ صحابہ کرامؓ مختلف قوموں کی نمائندگی کرتے تھے...اور یقیناً...

اسلام کی اشاعت کے زمانے میں، ان قوموں کے افراد کے لیے... ترجمہ اور ان کی تعلیم و تدریس کا ذریعہ بنے رہے۔

ان میں فارسی زبان میں... ترجمہ کرنے کے حوالے سے، شہرت رکھنے والی شخصیت حضرت سلمان فارسی کی ہے، جو فارس کے رہنے والے تھے اور جن کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے اہل فارس کے مطالبے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور سورۂ فاتحہ کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا تھا(۸)، جبکہ یہودیوں کی زبان (سریانی) سیکھنے اور اس میں ترجمہ کرنے کے لیے حضرت زید بن ثابت کا نام کسی وضاحت کا محتاج نہیں ہے، جن کے متعلق روایت یہ ہے کہ انہوں نے... آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر... یہودیوں کی زبان سیکھی تھی اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، یہودیوں کے خطوط کا جواب تحریر کرتے تھے، اس طرح سریانی زبان میں... سرکاری طور پر ترجمہ کرنے کی پہلی مثال ہے(۹)... اور ''ترجمہ'' کی اس روایت کو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی حاصل رہی۔ اس طرح عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ میں، مسلمانوں کا دوسری زبانوں سے شغف اور ان زبانوں میں... ترجمہ کرنے کی روایت کا آغاز ہوا، جو ''ترجمہ'' کی اہمیت اور اس کی بہتر مستقبل کی نشاندہی کرتا ہے۔

۲- دورِ تابعین:

تابعین کے دور میں... جب اسلام کی تعلیمات کا غلغلہ... اکناف عالم تک جا پہنچا، تو ''ترجمہ'' کے حوالے سے... عہد صحابہ سے چلی آنے والی یہ روایت مزید مستحکم ہوگئی... امام محمد بن اسماعیل البخاری (م: ۲۵۶ھ) اور امام مسلم بن الحجاج القشیری نے اپنی اپنی کتب میں کتاب التفسیر کے نام سے جو عنوان پیش کیے ہیں، ان میں متعدد صحابہ کرامؓ اور تابعین کے حوالے سے، مختلف قرآنی آیات کا مفہوم آسان عربی الفاظ میں بیان کیا گیا ہے، جو ترجمہ قرآن ہی کی ایک صورت ہے، اس کے علاوہ قرآن حکیم کی ابتدائی دور کی تمام عربی تفاسیر میں یہی انداز اور یہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے،

جو قرآن مجید کے ترجمہ کرنے کے جواز کی مستند ترین دلیل ہے۔

اموی دور میں...خالد بن یزید بن معاویہ نے سرکاری سرپرستی میں...''یونانی اور دوسری زبانوں کی کتب کا ترجمہ...عربی میں، شروع کروایا...... تصویر کا دوسرا رخ بھی یقیناً اتنا ہی شاندار اور تابناک ہوگا، یعنی عربی کتب کا دوسری زبانوں میں ترجمہ...اگرچہ...اس کی...کوئی دستاویزی شہادت دستیاب نہیں ہے، غالباً قرآن کریم اور دوسری اسلامی تعلیمات کے...عجمی زبانوں میں ترجمہ...کی ابتدا بھی اسی دور میں ہوئی ہوگی، جس کا اندازہ ہمیں...نامور محقق، اپنے اور بعد کے ادوار کے لیے...یکساں مقتدر شخصیت امام ابوحنیفہ (۸۰-۱۵۰ء)...کے فارسی زبان میں ترجمہ کے متعلق، ان کے موقف سے ہوتا ہے کہ انہوں نے اذان، خطبہ جمعہ...حتیٰ کہ سورۂ فاتحہ سمیت نماز میں قرآن حکیم کی فارسی زبان تلاوت کی بھی اجازت دے دی تھی۔ انہوں نے یہ اجازت دونوں صورتوں میں دی، خواہ اُسے عربی زبان اچھی طرح آتی ہو، یا نہ آتی ہو....جبکہ ان کے شاگردوں نے صرف اُس صورت میں اجازت دی، جب اُسے عربی اچھی طرح نہ آتی ہو،...امام ابوبکر الکاسانی فرماتے ہیں:

ثم الجواز کمایثبت بالقراء ۃ بالعربیۃ یثبت بالقراء ۃ بالفارسیہ عندابی حنیفہ سواء کان یحسن العربیہ اولایحسن (۱۰)۔

یہ الگ بات ہے کہ جمہور فقہا، ان کے اس موقف سے متفق نہ ہوسکے، تاہم...ان کے اس بارے میں...موقف سے اس بات کا ضرور پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں قرآن حکیم کے ترجمہ کی ...روایت خصوصاً فارسی زبان میں کس قدر مستحکم اور متداول ہو چکی تھی۔

دوسری صدی ہجری اور تیسری صدی ہجری میں...''ترجمہ'' با قاعدہ ایک اہم ترین شعبہ بن چکا تھا اور المامون العباسی (۹۹ھ/۸۱۳/ ۳۱۹ھ/۸۳۳ء) کے قائم کردہ دار الحکمت...کو اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل رہی اور ان تراجم کی بدولت مسلمانوں میں یونانی علوم وافکار کی اشاعت ہوئی اور مختلف قسم کی فکری اور عقلی بحثیں شروع ہوئیں، جہاں تک قرآن حکیم کا تعلق ہے، تو اس دور میں یقیناً دوسری زبانیں بھی اس کے مکمل تراجم سے مستفید ہوئیں۔

۳- برصغیر پاک وہند میں ترجمے کی روایت کا ارتقاء

جہاں تک برعظیم پاک وہند میں ....قرآن حکیم کے تراجم کی روایت کا تعلق ہے،تو....اس کی ابتدا...بہت پہلے ہوچکی تھی جس کی ضرورت یہاں دعوت وتبلیغ اسلام کے سلسلے میں پیش آئی تھی، معروف روایت کی رُو سے قرآن کریم کا اولین ترجمہ...سندھی زبان میں ہوا، یہ ترجمہ تیسری صدی ہجری میں ایک عراقی عالم نے کیا...جو سندھ میں رہ کر سندھی زبان سیکھ چکا تھا اور یہ ترجمہ راجہ مہروک بن رائق کی ترغیب سے، مسلمانوں کے مقامی دارالحکومت منصورہ کے حاکم عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز...کے ایما پر...ہوا۔ یہ بھی مروی ہے کہ اس راجہ...نے جب سورۂ یٰسین کی آیت ’’ قال من یحیی العظام وھی رمیم ‘‘...کا ترجمہ سنا تو وہ اپنے تخت سے اترا اور زاروقطار رونے لگا،لیکن یہ ترجمہ مرورِ ایام سے....ضائع ہوگیا اور محفوظ نہ رہ سکا(۱۲)۔

تاہم پورے ہندوستان میں پھیلے ہوئے...مسلمانوں کی سب سے زیادہ مقبول زبان اردو میں اس سے پہلے نامکمل ترجموں کی مثالیں ضرور موجود تھیں....اور ایک ترجمہ ایسا بھی ہوا، جو مکمل قرآن کا ترجمہ تھا،مگر اُسے شائع کرنے کی نوبت نہ آسکی،مگر پورے قرآن کے ترجمہ کا باقاعدہ آغاز شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے....صاحبزادوں شاہ رفیع الدین دھلوی اور شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے تراجم ہائے قرآن سے ہوا۔

ہندوستان میں،اس نیک اور اہم ترین کام کی ابتدا میں تاخیر کی بڑی وجہ یہ تھی کہ یہاں یہ خیال تقویت پاچکا تھا کہ عوام الناس کی اسلام کی بنیادی اور اساسی کتب تک رسائی نہیں ہونی چاہیے، اس لیے کہ ان میں ان کتابوں کو سمجھنے کی اہلیت نہیں ہے،ان کتابوں کو سمجھنا...علما اور ماہرین کا کام ہے اور یہ بھی خیال تھا کہ قرآن کریم کا ترجمہ کرنا...درست بھی نہیں ہے۔

تاہم اللہ تعالیٰ نے....شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ کو اس زمانے کے لیے مجدد بنا کر بھیجا،تو انہوں نے اپنے مجددانہ کارناموں کے ذریعے’’ قرآن وسنۃ‘‘ کو مرکزی اہمیت دی....قرآن مجید...

کے تراجم کو عام کرنے اور اس کے فہم کو آسان بنانے کے لیے...انہوں نے...آسان فارسی میں، قرآن کریم کا ترجمہ کیا۔ انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے...ان کے صاحبزادے...شاہ رفیع الدین نے ۱۷۷۶ء میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا، اس ترجمے کو اہل علم نے لفظی بامحاورہ اور دشوار قرار دیا ہے، تاہم شاہ عبدالقادر کا ترجمہ جو ۱۷۹۰ء میں ہوا، اپنے پیش رو ترجمے کے مقابلے میں فہم، صفائی اور اختصار کے لحاظ سے کافی بہتر ہے (۱۳)۔

ان دونوں بزرگوں میں سے شاہ رفیع الدینؒ کے ترجمۂ قرآن کے بجائے شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے ترجمہ قرآن کو زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی، اور سچ یہ ہے کہ شاہ عبدالقادر دھلوی کا ترجمۂ قرآن، ہر پہلو اور ہر لحاظ سے بہتر ہے، اس ترجمۂ قرآن نے...قرآن فہمی کے علاوہ خود اردو زبان کی ترویج واشاعت میں جو کردار ادا کیا...وہ محتاج تعارف نہیں، اردو کے ایک فاضل نقاد نے بجا طور پر لکھا ہے:

> ''اردو زبان جو آج ہر لحاظ سے ہمارے کلچر اور علوم کی زبان ہے، ایسی عظمت اور وسعت حاصل نہ کرسکتی، اگر اُسے فورٹ ولیم کالج، برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی اور شاہ عبدالقادر کے ترجمے کی حمایت حاصل نہ ہوتی''۔ اگر ہم اردو شاعری کی زبان کا مقابلہ شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کی نثر سے کریں، تو ہمیں ترجمے کی خوب صورتی اور تاثیر واضح طور پر نظر آئے گی (۱۴)

خود شاہ عبدالقادر دھلوی کو اپنے اس کارنامے پر فخر تھا، چنانچہ انہوں نے...اپنے ترجمہ کے اختتام پر، درج ذیل شعر تحریر کیا ہے:

روز قیامت ہر کسی باخویش دارد نامہ
من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآن دربغل (۱۵)

شاہ صاحب کے بعد...قرآن کریم کے ترجمہ کی تحریک نے... پوری طاقت اور قوت حاصل کر لی اور اردو میں ترجمہ کی روایت...دنیا کی بہت سی قدیم زبانوں میں ترجموں کی تحریک سے آگے نکل گئی،...اس وقت تک بلا مبالغہ قرآن کریم کے نظم ونثر میں سیکڑوں تراجم ہو چکے ہیں،

مگر یہ سلسلہ کسی طرح رکتا نظر نہیں آتا اور... ہر سال کئی کئی نئے تراجم منظرِ عام پر آ رہے ہیں۔

(ب) مشکلات و مسائل:

قرآن حکیم کے ترجمہ کے ارتقاء پر مختصر تمہید کے بعد، اب ہم اپنے موضوع کے دوسرے حصے کی طرف آتے ہیں... جو ''ترجمہ کی مشکلات اور اس کے مسائل'' سے متعلق ہے۔

''ترجمہ'' قرآن بظاہر تو بڑا آسان اور سادہ سا کام ہے، اور بہت سے لوگوں نے اُسے ...حد سے زیادہ سہل، بلکہ..... تماشا بنا رکھا ہے، حالانکہ یہ کانٹوں کا سیج ہے اور پل صراط کے اوپر سے گزرنا ہے، جو بلاشبہ... بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے..... ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ... خوب سمجھ کر منتخب کرنا پڑتا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ترجمہ... مصنف کے خیالات کی اپنی زبان میں عکاسی کا نام ہے[16]۔

ماہرین کے نزدیک ترجمہ کرتے وقت مصنف کے خیالات کی پابندی تو فرض ہے، مگر اس کے الفاظ و محاورات اور اس کے اسلوب بیان کی تقلید ضروری نہیں۔

جب اس اصول کا اطلاق قرآن حکیم پر کیا جاتا ہے تو یہاں صورت حال اور بھی نازک نظر آتی ہے، یہاں مترجم... کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ اُسے دونوں زبانوں یعنی عربی اس زبان پر جس میں وہ ترجمہ کر رہا ہے، عبور کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم کے معانی پر بھی عبور ہونا چاہیے۔

قرآن حکیم...کوئی عام سی کتاب نہیں ہے، یہ تو رب العالمین کا اتارا ہوا سب سے زیادہ مقدس اور سب سے زیادہ متبرک کلام ہے، جو اپنے الفاظ و کلمات اور اپنے مضامین و معانی کے لحاظ سے دنیا میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثال معجزہ ہے...

پھر...اپنے مضامین اور اپنے موضوعات کے پہلو سے اس میں بے حد تنوع اور وسعت پائی جاتی ہے، چنانچہ اس میں تذکیر بایام اللہ کے سلسلے میں سابق انبیاء علیہم السلام، ان کی امتوں کے قصے اور واقعات مذکور ہیں، جو علم التاریخ اور اثریات کا ایک حصہ ہے...اس میں انسانی زندگی میں

بنیادی تبدیلیاں لانے اور تذکیر باحکام اللہ کے سلسلے میں، بہت سے احکام بیان ہوئے ہیں...جو علم القانون، علم الفقہ اور علم المیراث...کا موضوع ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات، فرشتوں، اور آسمانی کتب پر ایمان لانے کا تذکرہ ہے، جو علم العقائد اور ماوراء الطبیعات کے مباحث سے متعلق ہیں،...پھر اس میں تذکیر بآلاء اللہ کے ضمن میں...جنت، دوزخ، جزاء وسزا، آخرت، قیامت اور حشر ونشر کے بے شمار واقعات مذکور ہیں، جن کا تعلق علم القیامت یا اگلی زندگی سے ہے۔

مزید براں...اس کے اسالیب بیان میں بڑی وسعت اور بڑی گہرائی پائی جاتی ہے، اس میں قدیم کہاوتیں ضرب الامثال اور روزمرہ محاورے اور عمدہ اور بے مثل ترکیبیں ہیں، جن کا تعلق لغت، اشتقاق، علم البدیع، علم البیان، سے ہے...تو اس طرح...قرآن حکیم کے مترجم کا...ان تمام علوم وفنون اور ان موضوعات سے واقف ہونا ضروری ہے، تاکہ وہ قرآن حکیم کو پہلے خود سمجھ سکے اور پھر دوسروں کو سمجھا سکے۔

پھر مترجم کو اس زبان میں مہارت ہونی چاہیے، جس میں وہ ترجمہ کر رہا ہے اور بہت بیش بہا افتادہ اور متنوع اسالیب سے واقف ہونا ضروری ہے تاکہ ہر قسم کے اسلوب کے لیے کوئی متبادل اسلوب اختیار کر سکے (۱۷)۔ اس لیے...کوئی عام ادیب، یا عام شخص اس کا ترجمہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا...

پھر جہاں تک ترجمہ کی ''حقیقت'' اور اس کی ماہیت کا تعلق ہے، تو اوپر شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے متعلق یہ گزر چکا ہے کہ انہوں نے اُسے تفسیر قرآن، قرار دیا ہے اور یہ بات درست ہے اس لیے کہ ترجمہ قرآن دراصل ''قرآن حکیم'' کی...چھوٹے پیمانے پر تفسیر کا دوسرا نام ہے، وجہ یہ ہے کہ...''مترجم'' قرآن کریم کو اپنے الفاظ میں سمجھاتا ہے، اور اس طرح گویا، اس کی توضیح وتشریح کرنے کا بیڑہ اٹھاتا ہے، اس طرح دیکھا جائے، تو مترجم مختصر مگر جامع ترین اسلوب میں، الفاظ و کلمات کی توضیح کرتا ہے، اس لیے یہ ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں ہے...دوسری طرف قرآن حکیم کی تفسیر کو مختصر ترین الفاظ میں ادا کرنے اور بیان کرنے کے لیے، زبان و بیان پر جو قدرت اور

عبور ہونا چاہیے، وہ محتاج تعارف نہیں،.... چنانچہ حاجی احمد فخری... لکھتے ہیں:

''روزانہ بول چال میں اپنا ماضی الضمیر ادا کر دینا اور معمولی چھپی چھپائی لکھ لینا اور بات ہے اور ادیبانہ انداز سے اپنا مطلب بیان کرنا اور اس میں کشش اور گہرائی پیدا کر کے ناظرین کے دلوں پر اثر کرنا اور بات ہے، اس باب میں اہل زبان اور بیگانہ زبان ولسان، نیم تعلیم یافتہ اور فارغ التحصیل سب برابر ہیں، جب تک کوئی شخص متواتر اور پے در پے زبان کی نزاکتوں پر غور نہیں کرتا اور جب تک اپنے خیالات مختلف اور گوناگوں انداز سے پبلک کے سامنے پیش کرنے کی مشق و مزاولت بہم نہیں پہنچاتا، اس وقت تک وہ ترجمہ اور تصنیف و تالیف کی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ (۱۸)

ترجمہ کی اسی علمی اور فنی مشکل کی بنا پر امت کا اس اصولی طور پر اس بات کا اتفاق ہے کہ ...''قرآن حکیم کا کسی اور زبان میں ترجمہ ممکن نہیں ہے''...

غالباً اس سے مراد یہ ہے کہ چونکہ قرآن حکیم کے تمام الفاظ منصوص اور وحی الٰہی سے نازل شدہ ہیں...اور ان الفاظ اور ان کے معانی کو...دنیا کی کسی اور زبان میں ٹھیک ٹھیک اور مکمل طور پر ادا کرنا ممکن نہیں ہے، ''اصل اور ترجمہ'' میں... عام طور پر جو فرق ہوتا ہے... یہاں اس میں...وحی کے الفاظ کی نزاکت...اور حساسیت کو بھی شامل کر لیا جائے، تو بات آسانی سے سمجھ آ سکتی ہے۔

۲- ترجمہ تصنیف ہے یا محض نقل:

یہاں اس امر کا جائزہ لینا بھی مناسب ہوگا...کہ ماہرین کے نزدیک ترجمہ محض نقل یا کاپی نہیں ہے، بلکہ ترجمہ... مترجم کی ایک مستقل تصنیف ہے، اس لیے ایک کامیاب اور ایک قابل تقلید مترجم وہی ہوتا ہے، جس میں مصنف بننے اور تصنیف کرنے کی صلاحیت مضمر ہوتی ہے اور ترجمہ کی گوناگوں ذمہ داریوں سے وہی شخص عہدہ برا ہو سکتا ہے، جس نے انداز بیان پر اس درجے قدرت حاصل کر لی ہو کہ جس مطلب کو جس پہلو سے چاہے ادا کر سکے''، اس لیے... ایسے لوگ اور ان کے

تراجم ہی قبولیت اور شہرت حاصل نہیں کر سکتے، جو لوگ بذاتِ خود اس میدان میں پیچھے ہوں۔

ایک مثالی اور معیاری ترجمے کی خصوصیت یہ ہونی چاہیے کہ وہ دیکھنے میں کسی طرح بھی ترجمہ نظر نہ آئے، بلکہ وہ ایک اور جنل تصنیف دکھائی دے،... اسی لیے مترجم کے متعلق کہا گیا ہے:

> ''ترجمہ کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں، یہ ایک تحقیقی کام ہے، اچھے مترجم کی خصوصیات میں بہت سے امور شامل ہیں، مثلاً فن پاروں اور ادبی تخلیقوں، صاحب طرز ادیبوں اور مصنفوں کی کتب کا مطالعہ، زبان کی گرامر، الفاظ، روزمرہ استعارات و کنایات، تشبیہات، ضرب الامثال اور ان زبانوں سے واقفیت جن سے اردو کی تشکیل عمل میں آئی ہے، اس میں زبان کا مزاج، رنگ ڈھنگ اور اسلوب پیرایۂ بیان بھی شامل ہے''(۱۹)۔

اختصار کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مترجم کے لیے تین باتیں ضروری ہیں:

۱- وہ اس زبان پر، جس سے ترجمہ کر دیا ہے اور اس زبان پر، جس میں وہ ترجمہ کر رہا ہے، کامل عبور اور قدرت رکھتا ہو۔

۲- اُسے زیر ترجمہ کے کتاب کے موضوع یا مضمون سے اگر پوری نہیں، تو کم از کم اس کے مبادیات سے واقفیت ضرور ہو۔

۳- اس کا طرز تحریر اور پیرایۂ بیان ایسا ہو کہ بات اصل مضمون میں بیان کی گئی ہے اُسے اچھی طرح سمجھ کر اس کے مفہوم کو صحیح طور پر اس طرح اپنی زبان میں منتقل کر سکے کہ قاری ترجمہ شدہ مواد کا مطالعہ کرتے وقت کسی ابہام کا شکار نہ ہونے پائے اور جو بات اصل مضمون میں بیان کی گئی ہے، اس تک قاری کے ذہن کی رسائی ہو جائے، یعنی خود صاحب اسلوب ادیب ہو(۲۰)۔

۳- موزوں الفاظ کا استعمال

اچھے ترجموں کے لیے موزوں الفاظ کا استعمال ضروری بھی ہے مترادفات سے کام تو لیا

جا سکتا ہے، لیکن ان میں سے صرف ایک لفظ ہی موزوں ترین ہو سکتا ہے، لہٰذا اچھا مترجم وہی ہے جو موقع کی مناسبت سے موزوں ترین لفظ کا انتخاب کرے، ایسا صرف اسی وقت ممکن ہے، جب مختلف لغات مترجم کے زیر مطالعہ رہیں، تاکہ وہ حسب ضرورت اپنے مطلب کا لفظ چن سکے۔ اور علمی اصطلاح کا ترجمہ اسی طرح کی اصطلاح میں کرے[21]۔

مترادفات کے استعمال کے ضمن میں اصولاً یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے، کہ ہر زبان کے الفاظ میں ایک اضافی وزن ہوتا ہے، بظاہر اکثر الفاظ ہم معنی نظر آتے ہیں اور ایک ہی لفظ کے کئی کئی معنی ہوتے ہیں، لیکن گہری نظر ڈالنے سے، ان الفاظ یا معانی میں نازک امتیازات قائم کیے جا سکتے ہیں، بلکہ اکثر یہ امتیازات پہلے سے موجود ہوتے ہیں، مثلاً ذیل کے الفاظ اردو میں بظاہر ہم معنی ہیں:

عریاں، برہنہ، ننگا۔

لیکن ان کے محل استعمال پر غور کرنے سے واضح ہوگا کہ ان میں باہم کافی فرق موجود ہے، لفظ برہنہ... میں حقیقت اتنی بے نقاب نہیں ہے، جتنی کہ لفظ ننگا میں ہے اور لفظ عریاں میں اس سے بھی کم ہے... چنانچہ اگر کسی بچے کے لیے... لفظ ننگا استعمال کیا جائے... تو بالکل بجا ہوگا... اور اگر... اس کے لیے برہنہ یا عریاں لفظ استعمال کیا جائے... تو اس میں... معنوی لحاظ سے کسی قدر عدم مطابقت پائی جاتی ہے اسی طرح اگر کسی مرد یا خاتون کا ذکر ہو تو اس کے لیے برہنہ یا عریاں کا لفظ... زیادہ موزوں اور برمحل ہوگا[22]۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ بظاہر مترادف نظر آنے والے الفاظ... مترادف نہیں ہوتے اور ان کے مابین کسی حد تک فرق پایا جاتا ہے، اس لیے مترجم کو مترادف الفاظ کے استعمال میں محتاط ہونا چاہیے۔

۴- اردو اور دوسری زبانوں کی کم مائگی:

پھر جیسا کہ یہ بات معلوم ومسلم ہے کہ عربی زبان ''ام الالسنہ'' ہے، اور شاید دنیا کی یہ

واحد زبان ہے، جو نازک سے نازک اور مشکل سے مشکل معانی کو انتہائی جامعیت کے ساتھ ادا کر سکتی ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں دوسری زبانیں، کافی فاصلے پر کھڑی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اسی بنا پر، دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنے والے حضرات کے لیے... قرآن حکیم کے بعض الفاظ اور بعض کلمات کے ضمن میں بے حد دقت پیش آتی ہے اور ایسے مقامات پر، اچھے اور کمزور ترجموں.... اور دوسروں کی نقل اور روایت پر مبنی ترجموں میں فرق و امتیاز محسوس کیا جا سکتا ہے۔

اس کی وضاحت کے لیے درج ذیل مثالوں کا ذکر کیا جا سکتا ہے:

۱:　قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ سے خشیت اور اس سے ڈرنے اور خوف کھانے کے لیے... کئی الفاظ و کلمات کا استعمال کیا گیا ہے، جن میں خوف، تقویٰ، خشیت اور خضوع وغیرہ کے الفاظ شامل ہیں، مگر اردو زبان میں، ان مختلف الفاظ کے مفہوم کو ادا کرنے کے لیے... صرف ڈرنے یا خوف کھانے کے الفاظ موجود ہیں، اسی لیے... مختلف لوگوں نے... ان الفاظ کے جو معانی کیے ہیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ　راہ بتلاتی ہے ڈرنے والوں کو/ خدا سے ڈرنے والوں کے لیے رہنما ہے/ راہ بتلاتی ہے ڈرنے والوں کو/ ہدایت ہے پرہیزگار لوگوں کے لیے (۲۳)۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ　تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ/ تاکہ تم اس کے عذاب سے بچو/ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ/ تمہارے بچنے کی توقع اسی صورت میں ہو سکتی ہے (۲۴)۔

وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ　اور مجھ ہی سے بچتے رہو/ اور مجھی سے خوف رکھو/ اور مجھ ہی سے بچتے رہو/ اور میرے غضب سے بچو (۲۵)۔

یہاں،... تینوں جگہ ایک ہی لفظ کا ترجمہ تین مختلف الفاظ سے کیا گیا ہے، مگر حق یہ ہے کہ ان الفاظ سے لفظ تقویٰ کا صحیح مفہوم ادا نہیں ہوتا، اس لیے کہ تقویٰ یا اتقاء... اللہ تعالیٰ سے ڈر کر... کسی غلط کام، غلط عقیدے، یا گناہ کو چھوڑ دینا ہے،... مگر اردو میں... اس کا ٹھیک کوئی متبادل لفظ موجود نہیں ہے۔ اسی طرح ایک اور آیت کا مفہوم ملاحظہ ہو:

اللــــه یستهــزئ بهـم ویمـدهـم فـی طغیـانهم یعمهون	اللہ ہنسی کرتا ہے، ان سے اور ترقی دیتا ہے ان کو ان کی سرکشی میں اور حالت یہ ہے کہ وہ عقل کے اندھے ہیں/ ان منافقوں سے خدا ہنسی کرتا ہے، اور انہیں مہلت دیے جاتا ہے، کہ شرارت و سرکشی میں پڑے بہک رہے ہیں۔ / اللہ ہنسی کرتا ہے، ان سے اور ترقی دیتا ہے ان کو سرکشی میں اور حالت یہ ہے کہ یہ عقل کے اندھے ہیں۔ / اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے وہ ان کی رسی دراز کیے جاتا ہے اور یہ اپنی سرکشی میں اندھوں کی طرح بھٹکتے جاتے ہیں۔ / جبکہ اللہ مذاق کر رہا ہے ان سے کہ مہلت دیئے جا رہا ہے انہیں اور وہ اپنی سرکشی میں اندھوں کی طرح بھٹک رہے ہیں (۲۶)۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ استہزاء اور ''عمہ'' کی تشریح کے لیے.... مترجمین قرآن کے الفاظ مختلف ہیں۔

اسی طرح رب، رحمان، خشیت، خضوع، عبادت، تشابہہ، خداع، استہزاء، استدراک، نفاق، کفر، شرک، ایمان، یقین، عین الیقین، حق الیقین، ہدایت، ضلالت اور فتنہ وغیرہ کے الفاظ ایسے ہیں، جس کی بنا پر یا تو ان الفاظ کو من وعن ادا کرنے کی ضرورت ہے یا پھر حواشی میں ان کی توضیح و تشریح لازمی ہے۔

۵- ترجمہ قرآن کی نزاکت و حساسیت:

جیسا کہ اوپر بیان ہوا، قرآن حکیم کا ترجمہ کرنا، دراصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی عنوان سے اترنے وحی الٰہی کو اپنی زبان میں منتقل کرنا اور الفاظ وحی کی مراد کو اپنے الفاظ میں بیان

کرنا ہے، اس لیے... یہ کام مشکل ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی نازک اور حساس بھی ہے، اور چونکہ مقاصد کے لحاظ سے قرآن کریم کا ترجمہ... ''تفسیرِ قرآن'' ہی کا ایک حصہ ہے... گویا... مترجم قرآن، کلام مجید کو سمجھ کر، اس کا مفہوم مختصر ترین الفاظ میں یا اس کا مضمون اپنی زبان میں ادا کرتا ہے، اسی لیے... اس پر... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارکہ بھی صادق آتی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

من قال فی القراٰن برایہ	جس نے قرآن مجید کے متعلق کوئی بات اپنی
فلیتبوا مقعدہ من النار (۲۷)	طرف سے کی، تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے

لہٰذا باقی کتب کے معاملے میں... قرآن حکیم کا ترجمہ ایک مذہبی اور دینی پہلو بھی رکھتا ہے ...اسی لیے... دنیا کی دوسری کتب کے مقابلے میں... قرآن حکیم کا ترجمہ زیادہ نزاکت اور حساسیت رکھتا ہے، اور اگر قرآن کریم کے الفاظ کی ترجمانی کرتے وقت یا اس کا معنی ومفہوم بیان کرتے وقت، اس کی تعبیر وتوضیح میں ذرا سی بھی غلطی ہو جائے تو اسے اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا ہوگا، بشرطیکہ اس غلطی میں اس کی دانستہ سوچ کا عمل دخل ہو، اگر اُس نے دانستہ طور پر ایسی غلطی نہ کی ہو، پھر بھی اس کام کرنے پر جس کی اس میں اہلیت موجود نہ تھی، اس کا مواخذہ ہونا لازمی ہے، پھر دوسری کتب اور قرآن حکیم کے ترجمہ میں ایک بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ قرآن حکیم کا ترجمہ ایک مذہبی اور دینی پہلو بھی رکھتا ہے، اس لیے ترجمہ کرتے وقت ترجمہ کے الفاظ وکلمات پر بار بار اور گہرے غور وفکر اور خوب صورت اور موزوں ترین الفاظ کے انتخاب کی ضرورت ہوتی ہے، مبادا محض کسی ایک لفظ یا محض کسی ایک جملے کی بنا پر، اس کی ساری محنت اور ساری ریاضت پر پانی پھر جائے۔

اسی لیے... اس میدان میں... بڑے بڑے ادیب بھی بعض اوقات مات کھا جاتے ہیں، مثال کے طور پر... اردو کے ایک اعلیٰ درجہ کے ادیب نے قرآن مجید کی آیت ''اسریٰ بعبدہ''، کا ترجمہ... ''سٹک گئے'' سے کیا ہے جس پر ہمیشہ علمائے کرام نے.. ہمیشہ ناپسندیدگی کا اظہار کیا... کہ

یہ لفظ ..نہ تو اللہ کی شان کے مطابق ہے اور نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بزرگی کے ساتھ زیب دیتا ہے۔

پھر دوسری کتب اور قرآن حکیم کے ترجمہ میں ایک اور بنیادی فرق یہ ہے کہ دوسری کتب کا ترجمہ مصنف اور مترجم کا ذاتی اور انفرادی معاملہ تصور ہوتا ہے...مگر قرآن حکیم کا ترجمہ ''مترجم'' کا ذاتی معاملہ نہیں ہے، بلکہ یہ پوری امت مسلمہ کا معاملہ ہے اس لیے کہ ''قرآن حکیم'' امت مسلمہ کی مذہبی اور دینی کتاب ہے اور اس کے نامناسب اور غلط سلط ترجمہ کا مطلب...معانی قرآن میں تحریف والحاد کی کوشش ہے...جس کی امت مسلمہ کسی طرح بھی اجازت نہیں دے سکتی، اسی لیے قرآن حکیم کا ترجمہ...مسلمانوں کا اجتماعی معاملہ بھی ہے اور اس پر بحثیت مجموعی ''امت مسلمہ'' کو نظر اور چیک رکھنے کی ضرورت بھی ہے اور اس سلسلے میں...تمام مکاتب فکر کے علما اور عربی اور علوم اسلامیہ کے ماہرین پر مشتمل کسی بورڈ کی ضرورت ہے...یہ کام ''قرآن بورڈ'' سے بھی لیا جا سکتا ہے۔

اس سلسلے میں ایک اور خطرناک رجحان کی طرف بھی اشارہ کرنا مناسب ہوگا...بعض فرقہ وارانہ...اور گروہی مسالک کو تحفظ دینے کے لیے...قرآن کریم کے ترجموں میں حسب ضرورت اور حسب منشا...تبدیلی شروع کردی گئی ہے، جو ایک خطرناک رجحان ہے اور کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ کے کلام کے ساتھ ایسا رویہ زیب نہیں دیتا۔ مسلکی اختلاف اپنی جگہ، لیکن قرآن حکیم...کی عظمت و تقدیس ایسی شے ہے کہ اس سے اپنے مطلب کا مفہوم پیدا کرنے کے لیے لفظوں میں ردّوبدل کرنا ''خطرناک ترین'' اور حساس ترین معاملہ ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ اب قرآن مجید کے تراجم میں بھی...اپنے اپنے مسلک کے تراجم پر انحصار اور اعتماد کیا جارہا ہے۔ اس خطرناک رجحان کو ختم کرنے کے لیے ملک کے اعلیٰ ترین مذہبی قیادت کو بڑے تحمل کے ساتھ غور وفکر کرنے اور کوئی متفقہ لائحہ عمل اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح اس سے بھی زیادہ ایک ''خطرناک مسئلہ'' ہماری توجہ کا محتاج ہے...کچھ عرصے

سے قرآن حکیم اور اس کے ترجمہ کو ایک ''مذاق'' اور ایک کھیل بنا دیا گیا ہے...بہت سے ریٹائرڈ خواتین وحضرات ریٹائرمنٹ کے بعد...ترجمہ قرآن کے نام سے، قرآن حکیم کو تختہ، مشق بنا لیتے ہیں، حالانکہ انہیں نہ تو عربی زبان پر عبور حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی اردو زبان وادب اور اس کے اسالیب بیان پر قدرت حاصل ہوتی ہے...یہ لوگ قرآن کریم کے دو چار ترجمہ سامنے رکھتے ہیں...ا وران کو ملا کر...ایک نیا ترجمہ تشکیل دینے کی کوشش کرتے ہیں اور چونکہ ہر مترجم...کا اپنا اسلوب اور اپنا انداز ہے، اسی لیے اس طریقے سے جو ترجمہ تشکیل پذیر ہوتا ہے۔ وہ بے حد عجیب وغریب شکل اختیار کر لیتا ہے اور اکثر ایک معمولی ترجمہ قرآن کے معیار پر بھی پورا نہیں اترتا۔ رجحان کو ختم کرنے کے لیے بھی ملک میں، کسی ایسے ادارے کی ضرورت ہے، جس کی تصدیق کے بغیر کوئی ترجمۂ قرآن اشاعت پذیر نہ ہو سکے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) ڈاکٹر نثار احمد قریشی، ترجمہ، روایت اور فن، مقتدرہ قومی زبان، ص ۳۔

(۲) القرآن ۳۰/۲۲: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے، آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا۔

(۳) دیکھیے: اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۶/۷۰۳ تا ۷۱۳۔

(۴) دیکھیے السیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱/۱۲۵: فیما وقع بغیر لغۃ العرب،

۵) الادب العربی وتاریخہ، ۱/۳۴ وبعد۔

(۶) البخاری، ۳/۱۲۵، باب ۲۱۔

(۷) البخاری، کتاب بدءالوحی، حدیث، ۵۔

(۸) السرخسی، المبسوط، مطبوعہ بیروت، دار المعرفۃ، ۲/۱:۳۷۔

(۹) روایت کے الفاظ یہ ہیں: فقال تعلم کتاب یهود فانی لم ماآمنهم علیٰ کتابی ففعلت مامضی لی نصف شهر حتی حذقته (الاصابہ، مطبوعہ احیاء التراث العربی، بیروت، ۱/۵۶۱، عدد، ۲۸۸)۔

(۱۰) دیکھیے البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، مسلم بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر۔

(۱۱) ابوبکر الکاسانی، بدائع الصنائع۔ مؤسسہ التاریخ العربی، بیروت، ۱۹۹۷ء، ص ۲۹۷۔

۱۲) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ قاسمی، نور القرآن، (مقدمہ)، مطبوعہ ۱۴۰۱ھ، ص ۳۔

۱۳) ڈاکٹر نثار احمد قریشی، ترجمہ روایت اور فن، مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان، ص ۳۔

۱۴) جیلانی کامران، تنقید کا نیا پس منظر، مکتبہ ادب جدید، پٹیالہ گراؤنڈ لاہور، ۱۹۶۴ء، ص ۶۳۔

(۱۵) شاہ عبدالقادر دھلوی، ترجمۂ قرآن۔

۱۶) حاجی فخری، دور تراجم، ''سہ ماہی رسالہ اردو، انجمن ترقی اردو (رکن)، اکتوبر ۱۹۲۹ء، ص ۵۹۳ وبعد۔

۱۷) ماہنامہ کتاب لاہور، جون ۱۹۸۳ء، ص ۲۱، ۲۲۔

۱۸) ایضاً ص ۴۲، ۴۳۔

۱۹) ایضاً ص ۴۳-۴۴۔

نیز اردو نامہ لاہور مارچ ۱۹۸۳ (سالنامہ)، ص ۳۱-۴۲، مشمولہ در ترجمہ روایت فن، ص ۸۸۔

۲۰) ترجمہ کے اصول ومعیار، اردو نامہ لاہو مارچ ۱۹۸۳، سالنامہ، ص ۳۱-۴۲۔

۲۱) ایضا، ص ۹۰-۹۱

(۲۲) ماہ نو، کراچی، ستمبر ۱۹۵۰ء، ص ۱۹-۲۲۔

۲۳) دیکھیے علی الترتیب، ترجمہ مولانا محمود حسن شائع کردہ جامعہ اشرفیہ لاہور/ فتح الحمید، مولانا فتح محمد جالندھری/ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع/ تفہیم القرآن، مولانا مودودی۔

(۲۴) ایضاً۔

(۲۵) ایضاً۔

(۲۶) ترجمہ مولانا محمود حسن/ فتح الحمید/ معارف القرآن/ تفہیم القرآن/ اردو ترجمہ سید شبیر احمد۔

(۲۷) الترمذی، الجامع السنن۔

☆☆☆